

# امام رضا علیہ السلام

<"xml encoding="UTF-8?>

## امام رضا علیہ السلام

ابو الحسن علی بن موسی الرضا (148-203ھ)، امام رضا علیہ السلام کے نام سے معروف، شیعوں کے آٹھویں امام ہیں۔ امام محمد تقیٰ سے منقول ایک حدیث کے مطابق امام رضا علیہ السلام کو "رضا" کا لقب خدا کی طرف سے عطا ہوا ہے۔ اسی طرح آپ عالم آل محمد اور امام رئوف کے نام سے بھی مشہور ہیں۔

امام رضا سنہ 183 ہجری میں منصب امامت پر فائز ہوئے اور 20 سال تک آپ کی امامت جاری رہی۔ آپ کی امامت تین عباسی خلفاء؛ ہارون الرشید (10 سال)، محمد امین (تقریباً 5 سال) اور مأمون عباسی (5 سال) کی حکومت پر محیط تھی۔

امام رضا عباسی خلیفہ مامون کے حکم پر خراسان کا سفر کرنے سے پہلے مدینہ میں مقیم تھے۔ سنہ 200 ہجری یا سنہ 201 ہجری کو مامون کے حکم پر آپ کو مدینہ سے خراسان لا گیا اور مامون کی ولایت عہدی قبول کرنے پر مجبور کیا گیا۔ امام نے مدینہ سے خراسان جاتے ہوئے نیشاپور کے مقام پر ایک حدیث ارشاد فرمائی جو حدیث سلسلة الذبب کے نام سے مشہور اور توحید و اس کے شرائط جیسے مضامین پر مشتمل ہے۔ مامون نے اپنے خاص مقاصد کے تحت مختلف ادیان و مذاہب کے اکابرین کے ساتھ آپ کے مناظرے کروائے جس کے نتیجے میں یہ سارے اکابرین آپ کی فضیلت اور علمی بلندی کے معترف ہوئے۔ ان مناظروں میں سے بعض احمد بن علی طبرسی کی کتاب الاحتجاج میں نقل ہوئے ہیں۔

تاریخی لحاظ سے مشہور یہ ہے کہ امام رضا سنہ 203 ہجری کے ماہ صفر کے آخری ایام میں 55 سال کی عمر میں مأمون عباسی کے ہاتھوں شهر طوس میں شہادت کے عظیم مقام پر فائز ہوئے اور آپ کو شهر طوس کے ایک گاؤں سناباد کے مقام پر بقعہ ہارونیہ میں دفن کیا گیا۔ اس وقت امام رضا کا حرم ایران کے شهر مشہد میں لاکھوں مسلمانوں کی زیارت گاہ ہے۔

آپ علیہ السلام کے صلوuat خاصہ حضرت امام رضا جو رواق دارالذکر اور دارالزید کے درمیانی راستے کی چھت پر منقش ہے

## سوانح عمری

### نسب، کنیت اور لقب

امام رضا کا نسب پانچ واسطوں کے بعد امام علی سے جاملتا ہے؛ امام موسی کاظم آپ کے والد گرامی ہیں۔ آپ کی کنیت ابو الحسن اور سب سے زیادہ مشہور لقب "رضا" ہے۔ امام محمد تقیٰ سے منقول ایک حدیث میں آیا ہے کہ آپ کا یہ لقب خداوند عالم کی طرف سے آپ کے والد ماجد حضرت امام کاظم کو الہام ہوا تھا۔[1] لیکن بعض منابع کے مطابق آپ کو یہ لقب مأمون نے دیا تھا۔[2] صابر، رضی اور وفی آپ کے دیگر القاب میں سے ہیں۔[3] اسی طرح آپ عالم آل محمد کے نام سے بھی مشہور ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ امام کاظم اپنے دوسرے بیٹوں سے کہا کرتے تھے: "تمہارا بھائی علی، عالم آل محمد ہیں"۔[4] امام محمد تقیٰ نے آپ کی زیارت میں آپ کو امام

رئوف کے نام سے خطاب کیا ہے۔[5] اسی لیے امام رئوف کا لقب شیعوں کے درمیان زیادہ مشہور ہے۔[6] انگشتی کا نقش

امام علی بن موسی الرضا علیہ السلام کی انگشتی کے لئے ایک نقش منقول ہے: "ما شاء الله لا قُوَّةَ إِلَّا بِاللهِ" (ترجمہ: وہی ہوتا ہے جو خدا چاہے، نہیں کوئی قوت سوائے خدائے بلند و برتر کے۔)[7]

ولادت اور شہادت

آپ کی تاریخ ولادت جمعرات یا جمعہ 11 ذی القعده، ذی الحجہ یا ربیع الاول سنہ 148 ہجری یا سنہ 153 ہجری نقل ہوئی ہے۔[8] کلینی نے آپ کی تاریخ پیدائش سنہ 148ھ ذکر کی ہے[9] اور اکثر علماء و مورخین اس بات میں شیخ کلینی کے ہم عقیدہ ہیں۔[10]

آپ کی شہادت کے بارے میں بھی مورخین کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے اسی بنا پر روز جمعہ یا پیر، ماہ صفر کی آخری تاریخ، یا 17 صفر، 21 رمضان، 18 جمادی الاولی، 23 ذی القعده، یا ذی القعده کی آخری تاریخ سنہ 202ھ، یا 206ھ نقل ہوئی ہیں۔[11] کلینی کے مطابق آپ صفر کے مہینے میں سنہ 203 ہجری میں 55 سال کی عمر میں شہادت کے مقام پر فائز ہوئے ہیں۔[12] اکثر علماء اور مورخین کے مطابق آپ کی شہادت سنہ 203 ہجری میں واقع ہوئی ہے۔[13] طبری نے آپ کی شہادت کو ماہ صفر کی آخری تاریخ قرار دیتے ہیں۔[14] ولادت و شہادت کی تاریخ میں اختلاف کی وجہ سے آپ کی عمر مبارک کے بارے میں بھی علماء و مورخین کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے اسی بنا پر آپ کی عمر 47 سال سے 57 سال تک ذکر کیا گیا ہے۔[15] اکثر علماء اور مورخین کے مطابق شہادت کے وقت آپ کی عمر 55 سال تھی۔

امام رضا علیہ السلام کا سجرہ نسب:

پیامبر اکرمؐ

حضرت فاطمہؓ

امام علیؑ

امام حسینؑ

امام سجادؑ

امام محمد باقرؑ

امام جعفر صادقؑ

امام موسی کاظمؑ

امام رضاؑ کی جناب سبیکہ سے اولاد:

امام محمد تقیؑ

امام علی نقیؑ

امام حسن عسکریؑ

امام مهدی علیہم السلام

والدہ

تهمب نیل بنانے کے دوران میں نقص:

امام رضاؑ کی والدہ نجمہ خاتون سے منسوب مقبرہ (مدینہ منورہ، مشرب ام ابراہیم)

امام رضاؑ کی مادر گرامی خطہ "نوبہ" کی رینے والی ایک کنیز تھیں۔[16] آپ کو تاریخی منابع میں مختلف ناموں

سے یاد کیا گیا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ جب آپ امام کاظمؑ کی ملکیت میں آگئیں تو امام نے آپ کا نام تکتم رکھا[17] اور جب امام رضاؑ کی ولادت ہوئی تو امام کاظمؑ آپ کو طاہرہ کے نام سے یاد کرنے لگے۔[18] شیخ صدوq کہتے ہیں کہ بعض مورخین نے امام رضاؑ کی والدہ گرامی کو سکن نوبیہ کے نام سے یاد کیا ہے۔ اسی طرح آپ کو اروی، نجمہ اور سمانہ کے نام سے بھی یاد کیا گیا ہے آپ کی کنیت ام البنین تھی۔[19]

ایک روایت میں آیا ہے کہ امام رضاؑ کی مادر گرامی نجمہ، ایک پاک و پاکیزہ اور پرربیزگار کنیز تھیں جنہیں امام کاظمؑ کی والدہ حمیدہ نے خرید کر اپنے بیٹے کو بخش دیا تھا جس کے بعد جب امام رضاؑ کی ولادت ہوئی تو آپ کا نام طاہرہ رکھا گیا۔[20]

### زوجات

آپ کی ایک زوجہ کا نام سبیکہ تھا[21] جن کے متعلق کہا جاتا ہے کہ آپ پیغمبر کی زوجہ اور ام المؤمنین ماریہ قبطیہ کے خاندان سے تھیں۔[22]

بعض دیگر منابع میں سبیکہ کے علاوہ ایک اور زوجہ کا بھی ذکر ملتا ہے: مامون عباسی نے امام رضاؑ کو اپنی بیٹی ام حبیب سے شادی کی تجویز دی جسے امامؑ نے قبول کیا۔ طبری نے اس واقعے کو سنہ 202 ہجری کے واقعات کے ضمن میں بیان کیا ہے۔[23] اس کام کے ذریعے مامون زیادہ سے زیادہ امام رضاؑ کے نزدیک ہونا چاہتا تھا تاکہ آپ کے گھر میں رسوخ پیدا کر کے آپ کے خفیہ منصوبوں سے باخبر ہوتا رہے۔[24] جلال الدین سیوطی نے بھی امام رضاؑ کی مامون کی بیٹی کے ساتھ شادی کرنے کے معاملے کی طرف اشارہ کیا ہے لیکن اس کا نام ذکر نہیں کیا ہے۔[25]

### اولاد

امام رضاؑ کی اولاد کی تعداد اور ان کے اسامی کے بارے میں مورخین میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ بعض نے آپ کے پانچ بیٹے بتائے ہیں: "محمد قانع، حسن، جعفر، ابراہیم، حسین اور ایک بیٹی؛ عائشہ کا ذکر کیا ہے۔[26] سبط بن جوزی نے آپ کے چار بیٹے: "محمد تقی (ابو جعفر ثانی)، جعفر، ابو محمد حسن، ابراہیم، اور ایک بیٹی کا تذکرہ کیا ہے لیکن اس کا کا نام ذکر نہیں کیا ہے۔[27] کہا گیا ہے کہ امامؑ کے ایک بیٹے جو دو سال یا اس سے کم عمر میں وفات پا چکے تھے، "قزوین" میں مدفون ہیں جو اس وقت امام زادہ حسین کے نام سے مشہور ہیں۔ ایک روایت کے مطابق سنہ 193 ہجری میں امام رضاؑ نے قزوین کا سفر کیا۔[28] شیخ مفید، امام رضاؑ کی شہادت کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ امام رضاؑ کی ابو جعفر محمد بن علی التقی الجواد (نویں امام) کے سوا کوئی اولاد نہیں۔[29] ابن شهر آشوب اور امین الاسلام طبرسی، کی رائے بھی یہی ہے۔[30] بعض مورخین نے لکھا ہے کہ آپ کی ایک بیٹی بھی تھیں جن کا نام فاطمہ تھا۔[31]

### امامت

امام رضاؑ اپنے والد ماجد امام موسی کاظم علیہ السلام کی شہادت کے بعد 20 سال (203-183ھ) تک امامت کے عہدے پر فائز رہے۔ آپؑ کی امامت کے ابتدائی 10 میں ہارون رشید خلافت پر قابض تھا؛ بعد از آن اس کے بیٹے امین نے 5 سال حکومت کی جبکہ آپؑ کی امامت کے آخری 5 سال مامون عباسی کے دور خلافت میں گزرے۔[32]

متعدد روایوں جیسے: داود بن کثیر الرقی، محمد بن اسحاق بن عمار، علی بن یقطین، نعیم قابوسی، حسین بن مختار، زیاد بن مروان، أبو لبید یا ابو ایوب مخزومی، داؤد بن سلیمان، نصر بن قابوس، داود بن زربی، یزید بن سلیط اور محمد بن سنان وغیرہ نے امام موسی کاظم علیہ السلام سے امام رضاؑ کی امامت کے بارے میں احادیث نقل کی ہیں۔[33]

اس سلسلے میں بطور مثال بعض احادیث کا تذکرہ کرتے ہیں: داؤد رقی کہتے ہیں: میں نے امام موسی کاظمؑ سے پوچھا: ... آپ کے بعد امام کون ہے؟ امام کاظمؑ نے اپنے فرزند علی بن موسیؑ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: میرے بعد یہ تمہارے امام ہیں۔[34]

اس کے علاوہ رسول اللہؐ سے متعدد احادیث نقل ہوئی ہیں جن میں 12 ائمہ معصومین کے اسمائے گرامی ذکر ہوئے ہیں اور یہ احادیث امام علی بن موسی الرضا علیہ السلام سمیت تمام ائمہ کی امامت و خلافت و ولایت کی تائید کرتی ہیں۔[35]

جابر بن عبد اللہ انصاری کہتے ہیں کہ سورہ نساء کی آیت 59 اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول و اولی الامر منکم نازل ہوئی تو رسول اللہؐ نے 12 ائمہ کے نام تفصیل سے بتائے جو اس آیت کے مطابق واجب الاطاعت اور اولو الامر ہیں؛[36] امام علیؑ سے روایت ہے کہ ام سلمہ کے گھر میں سورہ احزاب کی آیت 33 انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اهل البیت و یطھرکم تطھیرا نازل ہوئی تو پیغمبر نے بارہ اماموں کے نام تفصیل سے بتائے کہ وہ اس آیت کے مصدق ہیں؛[37] ابن عباس سے مروی ہے کہ نعش نامی یہودی نے رسول اللہ کے جانشینوں کے نام پوچھے تو آپؑ نے بارہ اماموں کے نام تفصیل سے بتائے۔[38]

متعدد احادیث اور نصوص کے علاوہ امام رضاؑ اپنے زمانے میں شیعوں کے درمیان بے حد مقبول تھے اور علم و اخلاق میں اپنے خاندان اور تمام امت کے افراد پر فوقیت اور برتری رکھتے تھے۔ یہ خصوصیات بھی آپ کی امامت پر بیّن دلیل بن سکتی ہیں۔ گوکہ امام موسی کاظم علیہ السلام کی حیات مبارکہ کے آخری ایام میں امامت کا مسئلہ کافی حد تک پیچیدہ ہو گکا تھا لیکن امام کاظم علیہ السلام کے اکثر اصحاب اور پیروکاروں نے امام رضا علیہ السلام کو امام کاظمؑ کا جانشین اور آپ کے بعد امام تسلیم کر لیا تھا۔[39]

### امام رضا کے دور میں شیعوں کے اعتقادات

امام کاظمؑ کی شہادت کے بعد شیعوں کی اکثریت نے ساتویں امام کی وصیت اور دوسرے قرائن و شواہد کی بنا پر ان کے بیٹے علی بن موسی الرضاؑ کو آٹھویں امام کے طور پر قبول کر لیا تھا۔ آپؑ کی امامت کو قبول کرنے والے شیعہ جن میں امام کاظمؑ کے بزرگ اصحاب شامل تھے، قطعیہ کے نام سے مشہور تھے۔[40] لیکن امام کاظمؑ کے اصحاب میں سے ایک گروہ نے بعض دلائل کی بنیاد پر علی بن موسی الرضاؑ کی امامت کو قبول کرنے سے انکار کیا اور امام موسی کاظمؑ کی امامت پر توقف کیا۔ ان کا عقیدہ تھا کہ موسی بن جعفرؑ آخری امام ہیں جنہوں نے کسی کو امام متعین نہیں کیا ہے یا کم از کم ہمیں اس بارے میں کوئی معلومات نہیں ہیں۔ یہ گروہ واقفیہ (یا واقفہ) کے نام سے جانا جاتا تھا۔[41] ان کا عقیدہ یہ تھا کہ امام کاظمؑ مهدی موعود ہیں اور غیبت میں چلے گئے ہیں اور ایک دن ظہور کریں گے۔[42]

امام رضاؑ نے اپنی امامت کے تقریباً 17 سال (183-200 ہجری) مدینے میں گزارے ہیں جہاں پر آپؑ لوگوں کے درمیان ایک ممتاز مقام رکھتے تھے۔ مأمون کے ساتھ ولایت عہدی کے بارے میں ہونے والی گفتگو میں امام فرماتے ہیں: ...میرے نزدیک اس ولایت عہدی کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ جس وقت میں مدینے میں ہوتا تھا تو مشرق و مغرب میں میرا حکم چلتا تھا اور جب میں اپنی سواری پر مدینے کے گلی کوچوں سے گزرتا تو لوگوں کے یہاں مجھ سے زیادہ محبوب شخصیت کوئی نہیں تھی۔[43]

مدینے میں آپؑ کی علمی مرجعیت کے بارے میں بھی خود امامؑ فرماتے ہیں: ...میں مسجد نبوی میں بیٹھتا تھا اور مدینے میں موجود صاحبان علم جب بھی کسی علمی مشکل سے دوچار تھے تو وہ لوگ اپنے مسائل کو مبیری طرف ارجاع دیتے تھے اور میں ان کا جواب دینا تھا۔[44]

### خراسان کی جانب سفر

روایت ہے کہ امام رضاؑ کی مدینہ سے مرو کی طرف بجرت سنہ 200 ہجری[45] یا سنہ 201 ہجری[46] میں انجام پائی۔ رسول جعفریان لکھتے ہیں: امام رضاؑ سنہ 201 کو مدینہ میں تھے اور اسی سال رمضان کے مہینے میں مرو پہنچ گئے۔[47]

یعقوبی کے مطابق مامون کے حکم سے امام رضاؑ کو مدینہ سے مرو بلا�ا گیا۔ امامؑ کو مدینہ سے خراسان لانے کے لئے جانے والا شخص مامون کے وزیر فضل بن سهل کا قریبی رشتہ دار، رجاء بن ضحاک تھا۔ آپؑ کو بصرہ کے راستے مرو لا یا گیا۔[48] امامؑ کی مرو منتقلی کے لئے مامون نے ایک خاص راستہ منتخب کیا تھا تاکہ آپؑ کو شیعہ اکثریتی علاقوں سے گزرنے نہ دیا جائے، کیونکہ وہ ان علاقوں میں لوگوں کی جانب سے امام رضاؑ کے استقبال کے لیے متوقع اجتماعات سے خوفزدہ تھا۔ لہذا اس نے حکم دیا کہ امامؑ کو کوفہ کے راستے سے نہیں بلکہ بصرہ، خوزستان اور فارس کے راستے سے نیشاپور لا یا جائے۔[49] کتاب "اطلسٰ شیعہ" کے مطابق امام رضاؑ کو مرو لانے کے لئے مقرہ راستہ کچھ یوں تھا: مدینہ، نقرہ، ہوسجہ، نباج، حفر ابو موسی، بصرہ، اہواز، بہبہان، اصطخر، ابرقوہ، دہ شیر (فراشاہ)، یزد، خرانق، رباط پشت بام، نیشاپور، قدماگاہ، دہ سرخ، طوس، سرخس اور مرو۔[50]

شیخ مفید لکھتے ہیں: مامون نے خاندان ابو طالبؑ کے بعض افراد کو مدینہ سے بلوایا جن میں امام رضاؑ بھی شامل تھے۔ وہ یعقوبی کے برعکس، لکھتے ہیں کہ مامون نے امامؑ کی خراسان منتقلی کے لئے عیسیٰ جلوڈی کو ایلچی کے طور پر مدینہ بھجوایا تھا اور کہتے ہیں کہ جلوڈی امامؑ کو بصرہ کے راستے مامون کے پاس لے آیا۔ مامون نے آل ابی طالب کو ایک گھر میں جبکہ امام رضاؑ کو کسی دوسرے مقام پر ٹھہرا�ا اور آپؑ کی تکریم و تعظیم کی۔[51]

### حدیث سلسلة الذہب

اللَّهُ جَلَّ جَلَالُهُ يَقُولُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ حِصْنِي فَمَنْ دَخَلَ حِصْنِي أَمِنَ مِنْ عَذَابِي قَالَ فَلَمَّا مَرَّتِ الرَّاحِلَةُ نَادَانَا بِشُرُوطِهَا وَ أَنَا مِنْ شُرُوطِهَا۔ (ترجمہ: خداوند جَلَّ جَلَالُهُ نے فرمایا: کلمہ "لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ" میرا مضبوط قلعہ ہے، پس جو بھی میرے اس قلعہ میں داخل ہوگا وہ میرے عذاب سے محفوظ رہے گا، جب سواری چلنے لگی تو [امام رضاؑ] نے ہمیں پکار کر فرمایا: [البتہ] اس کے کچھ شرائط ہیں اور میں ان شرائط میں سے ایک ہوں۔) امام رضا علیہ السلام، ابن بابویہ، کتاب التوحید، ص49.

نیشاپور میں امامؐ کا محدثین کی محفل میں اس حدیث کا بیان مدینے سے خراسان تک کے سفر کا اہم ترین اور مستند ترین واقعہ شمار کیا جاتا ہے۔[52]

### مامون کی ولی عہدی

#### امام رضا کی ولایت عہدی کا سکھ

امام رضاؐ کا مرہ میں قیام پذیر ہونے کے بعد مأمون نے امام رضاؐ کے پاس اپنا قاصد بھیجا اور یہ پیغام دیا کہ میں خلافت سے کنارہ کشی اختیار کرتا ہوں اور اسے آپ کے حوالے کرتا ہوں، لیکن امامؐ نے اس کی شدید مخالفت کی۔ امام رضاؐ نے فرمایا: «اگر حکومت تیرا حق ہے تو تم کیوں کسی دوسرے کو دوگے اور اگر تمہارا حق نہیں ہے تو تم اس بات کے لائق ہی نہیں ہو کہ کسی دوسرے کو بخش دے۔؟» [53]

اس کے بعد مأمون نے آپؐ کو اپنی ولیعہدی کی تجویز دی تو امام نے اسے بھی ٹھکرایا۔ اس موقع پر مأمون نے دھمکی آمیز لہجے میں کہا: عمر بن خطاب نے چہ رکنی کمیٹی تشکیل دی جس میں سے ایک آپ کے دادا علی بن ابی طالب تھے۔ عمر نے یہ شرط رکھی تھی کہ ان چہ افراد میں سے جس نے بھی مخالفت کی اس کی گردن اڑا دی جائے۔ آپ کے پاس اس کے سوا کوئی چارہ نہیں ہے کہ جو کچھ میں آپ سے طلب کر رہا ہوں اسے قبول کریں۔ اس وقت امامؐ نے فرمایا: پس اگر ایسا ہے تو میں قبول کرتا ہوں لیکن اس شرط پر کہ میں حکومتی معاملات کے سلسلے میں نہ کوئی حکم جاری کروں گا اور نہ کسی کو کسی چیز سے منع کروں گا، نہ کسی چیز کے بارے میں کوئی فتوی دوں گا اور نہ کسی مقدمے کا فیصلہ سناؤں گا، نہ کسی کو کسی عہدے پر نصب کروں گا اور نہ کسی کو اس کے عہدے سے عزل کروں گا اور نہ کسی چیز کو اس کی جگہ سے بٹا دوں گا۔ مأمون نے ان شرائط کو قبول کیا۔[54]

اس طرح مأمون نے سنہ 201ھ، 7 رمضان بروز پیر امام رضاؐ کے دست مبارک پر بعنوان ولی عہد بیعت کی اور لوگوں کو سیاہ کپڑوں میں ملبوس ہونے کے بجائے سبز کپڑے پہننے کا حکم جاری کیا۔ سوائے اسماعیل بن جعفر ہاشمی کے سب نے سبز لباس زیب تن کیا۔ بعد از آن لوگوں سے امام کی بیعت لی گئی، امام کے نام پر لوگوں کے مابین خطبے پڑھے جانے لگے اور امام کے نام پر سرکاری سکے جاری کیے۔ [55]

### منظرات

امام رضاؐ کو مرہ منتقل کرنے کے بعد مأمون نے مختلف مکاتب فکر اور ادیان و مذاہب کے دانشوروں اور امامؐ کے درمیان مختلف منظرات ترتیب دئے جن میں زیادہ تر اعتقادی اور فقہی مسائل پر بحث و گفتگو ہوتی تھی۔ ان ہی میں سے بعض منظرات کو ابو علی، فضل بن حسن بن فضل طبرسی نے کتاب الاحتجاج میں نقل کیا ہے،[56] بعض احتجاجات اور منظرات کی فہرست کچھ یوں ہے:

توحید و عدل کے موضوع پر امام رضاؐ کا مناظرہ  
امامت کے موضوع پر امام رضاؐ کا مناظرہ  
سلیمان مروزی کے ساتھ امام رضاؐ کا مناظرہ  
ابی قرہ کے ساتھ امام رضاؐ کا مناظرہ  
جالیق کے ساتھ امام رضاؐ کا مناظرہ

رأس الجالوت کا امام رضاؑ سے مناظرہ  
زرشتویوں کے ساتھ امام رضاؑ کا مناظرہ  
صابئین کے ساتھ امام رضا کا مناظرہ  
منظرات کا تجزیہ

مامون امام رضاؑ کو مختلف مکاتب فکر کے دانشوروں کے ساتھ بحث اور منظرات میں الجھا کر لوگوں کے درمیان آئمہ اہل بیت کے بارے میں قائم عمومی سوچ جو انہیں علم لدنی کے مالک سمجھتے تھے، کو ختم کرنا چانتا تھا۔ شیخ صدوق لکھتے ہیں: مامون مختلف مکاتب فکر اور ادیان و مذاہب کے بلند پایہ دانشوروں کو امام کے سامنے لایا کرتا تھا تاکہ ان کے ذریعے امام کے دلائل کو ناکارہ بنا دے۔ یہ سارے کام وہ امام کی علمی اور اجتماعی مقام و منزلت سے حسد کی وجہ سے انجام دیتا تھا۔ لیکن نتیجہ اس کے برخلاف نکلا اور جو بھی امام کے سامنے آتا وہ آپ کے علم و فضل کا اقرار کرتا اور آپ کی طرف سے پیش کردہ دلائل کے سامنے لا جواب اور بے بس ہوکر انہیں تسلیم کرنے پر مجبور ہو جاتے۔[58]

جب مامون کو اس بات کا علم ہوا کہ ان محفلوں اور مناظروں کا جاری رکھنا اس کے لئے خطرناک ہو سکتا ہے، تو اس نے امام کو محدود کرنا شروع کیا۔ ابا صلت سے روایت ہے کہ جب مامون کو اطلاع دی گئی کہ امام رضاؑ نے کلامی اور اعتقادی مجالس تشكیل دینا شروع کی ہیں جس کی وجہ سے لوگ آپ کے شیدائی بن ریے ہیں تو اس نے محمد بن عمرو طوسی کی ذمہ داری لگائی کہ وہ لوگوں کو امام کے مجالس سے دور رکھیں۔ اس کے بعد امام نے مامون کو بد دعا دی۔[59]

#### نماز عید

امام رضاؑ کو اپنا ولی عہد بنانے کے بعد (7 رمضان سنہ 201 ہجری) عید کے موقع پر (بظاہر اسی رمضان کی عید فطر) مامون نے امام رضاؑ سے کہا کہ نماز عید پڑھائیں۔ لیکن امام نے ولیعہدی کے لئے مقرر کردہ شرائط کا حوالہ دے کر مامون سے کہا کہ "مجھے اس کام سے معاف رکھو۔" مامون نے اصرار کیا چنانچہ امام کو قبول کرنا پڑا اور فرمایا: تو میں پھر رسول اللہ کی طرح نماز عید قائم کروں گا۔ مامون نے بھی امام کی شرط مان لی۔ لوگوں کو توقع تھی کہ امام رضاؑ بھی دوسرے خلفاء کی طرح خاص قسم کے آداب و رسوم کے ساتھ نماز کے لئے نکلیں گے لیکن سب نے حیرت کے ساتھ دیکھا کہ امام ننگے پاؤں تکبیر کرتے ہوئے گھر سے باہر آئے؛ سرکاری اہلکار جو اس طرح کے مراسمات کے لئے رائج لباس پہن کر آئے تھے، یہ حالت دیکھ کر اپنی سواریوں سے نیچے آئے اور سب نے اپنے جوتوے اتار لئے اور روتے ہوئے اور اللہ اکبر کہتے ہوئے امام کے پیچھے پیچھے عیدگاہ کی طرف روانہ ہوئے۔ امام پر قدم پر تین مرتبہ اللہ اکبر کہتے تھے۔

کہا جاتا ہے کہ فضل بن سہل نے مامون سے کہا: اگر امام رضاؑ اسی حالت میں عید گاہ پہنچ جائیں تو لوگ انکے شیدائی بن جائیں گے۔ پس بہتر ہے کہ امام سے کہیں کہ وہ واپس آجائیں۔ چنانچہ مامون نے اپنا ایک ایلچی روانہ کر کے امام سے واپس آئے کی خواہش کی۔ چنانچہ امام نے اپنے جوتوے منگوائے اور اپنی سواری پر بیٹھ کر واپس چلے آئے۔[60]

#### شہادت

تاریخی منابع میں امام رضاؑ کی شہادت کے سلسلے میں چند مختلف اقوال پائے جاتے ہیں؛ تاریخ شہادت کے

سلسلے میں یہ چند اقوال ہیں: روز جمعہ یا سوموار ماہ صفر کے آخری دن، 17 صفر، 21 رمضان، 18 جمادی الاولی، 23 ذی القعده، ماہ ذی القعده کی آخری تاریخ؛ جبکہ سال کے اعتبار سے سنہ 202ھ، 203ھ اور سنہ 206ھ کا ذکر تاریخ میں ملتا ہے۔[61] کلینی کے مطابق امام رضاؑ نے 55 سال میں ماہ صفر کی آخری تاریخ سنہ 203ھ کو وفات پائی ہے۔[62] علما اور مورخین کی اکثریت نے بھی امامؑ کی شہادت کا سال 203ھ بتایا ہے۔[63] طبری نے ماہ صفر کی آخری تاریخ کو آپؑ کی شہادت کا دن قرار دیا ہے۔[64] امام رضاؑ کی ولادت اور شہادت کی تاریخوں میں اختلاف کے باعث آپؑ کی حیات کے کل دورانیے کے سلسلے میں بھی اختلاف پایا جاتا ہے۔ شہادت کے وقت آپؑ کی عمر 47 اور 57 سال کا ذکر ملتا ہے؛[65] البته مشہور قول کے مطابق آپؑ نے 55 سال کی عمر میں شہادت پائی۔ تاریخی منابع میں امام رضاؑ کی کیفیت شہادت سے متعلق بھی چند مختلف اقوال ذکر ہوئے ہیں:

تاریخ یعقوبی میں آیا ہے کہ مامون سنہ 202ھ میں عراق روانہ ہوا، اس سفر میں علی بن موسی الرضا اور فضل بن سهل بھی ان کے ساتھ تھے؛ [66] جب طوس پہنچے تو سنہ 203 ہجری کے اوائل میں امام رضاؑ بیمار ہوئے اور صرف تین دن بعد "نوقان" نامی محلے میں وفات پائی۔

ایک قول یہ بھی ہے کہ علی بن ہشام نے آپؑ کو زبریلا انار کھلا کر مسموم کیا اور مامون نے اس واقعے پر سخت بے چینی کا اظہار کیا۔ یعقوبی مزید لکھتے ہیں: "مجھ سے ابو الحسن بن ابی عباد نے کہا: میں نے دیکھا مامون سفید قبا پہنے، سر برینہ، تابوت کے دستوں کے بیچ جا رہا تھا اور کہہ رہا تھا: آپؑ کے بعد میں کس سے سکون پاؤں گا۔ مامون نے تین دن تک قبر کے پاس قیام کیا اور ہر روز ایک روٹی اور تھوڑا سا نمک اس کے پاس لایا جاتا تھا اور یہی اس کا کھانا تھا اور چوتھے روز وہاں سے واپس آیا۔[67]

شیخ مفید روایت کرتے ہیں کہ عبدالله بن بشیر نے کہا: مجھے مامون نے حکم دیا کہ میں اپنے ناخن نہ تراشوں تاکہ یہ معمول سے زیادہ بڑھ جائیں اور اس کے بعد اس نے مجھے تم رہنڈی (املی) جیسی ایک چیز دے دی اور کہا کہ اسے اپنے باتھوں سے گوند لوں۔ اس کے بعد مامون امام رضاؑ کے پاس گیا اور مجھے آواز دے کر بلوا یا اور کہا کہ انار کا شربت نکالو۔ میں نے انار کا شربت تیار کیا اور مامون نے وہی شربت امامؑ کو پلایا اس کے دو روز بعد امامؑ رحلت کر گئے۔[68]

شیخ صدوق نے اس سلسلے میں بعض روایتیں نقل کی ہیں جن میں سے بعض میں ہے کہ زبریلے انگور جبکہ بعض میں زبریلے انار اور انگور دونوں کا ذکر ہے۔[69] جعفر مرتضی حسینی نے امام رضاؑ کی وفات سے متعلق 6 رائے بیان کی ہیں۔[70]

چوتھی صدی ہجری کے محدث اور عالم علم رجال ابن حبان نے "علی بن موسی الرضا" کے نام کے ذیل میں لکھا ہے: علی بن موسی الرضا اس زبر کے نتیجے میں وفات پائی گئی جو مامون نے انہیں کھلایا تھا۔ یہ واقعہ روز شنبہ آخر صفر المظفر سنہ 203 ہجری کو پیش آیا۔[71]

شہادت کے علل و اسباب  
مامون نے امامؑ کو کیوں قتل کروایا؟ اس حوالے سے مختلف علل و اسباب ذکر کئے گئے ہیں:

مختلف ادیان و مذاہب کے دانشوروں کے ساتھ ہونے والے مناظروں میں امامؑ کی برتری اور فوقيت؛[72] امام رضاؑ کی اقتداء میں نماز عید ادا کرنے کیلئے لوگوں کی جوک در جوک شرکت؛ اس واقعے سے مامون بہت خائف ہوا اور سمجھ گیا تھا کہ امام رضاؑ کو ولیعہد بنانا اس کی حکومت کیلئے کس قدر خطرناک ثابت ہو سکتا

ہے۔ اسی وجہ سے اس نے امام پر کڑی نظر رکھنا شروع کیا کہ کہیں امام رضا اس کے خلاف کوئی اقدام نہ کرے۔ [73]

دوسری طرف سے امام، مامون سے کسی خوف و خطر کا احساس نہیں فرماتے تھے اسی وجہ سے اکثر اوقات ایسے جوابات دے دیتے تھے جو مامون پر سخت ناگوار گزرتے تھے۔ یہ چیز مامون کو امام کے خلاف مزید بھڑکانے اور امام کے ساتھ مامون کی دشمنی کا باعث بنتی تھی اگرچہ مامون اس کا برملا اظہار نہیں کرتا تھا۔ [74]

چنانچہ منقول ہے کہ مامون ایک عسکری فتح کے بعد خوشی کا اظہار کر رہا تھا کہ امام نے فرمایا: اے امیر الممؤمنین! امت محمد اور اس چیز سے متعلق خدا سے ڈرو جسے خدا نے تیرہ ذمے لگائی ہے، تم نے مسلمانوں کے امور کو ضائع کر دیا ہے۔ [75]

شهادت کی پیشین گوئیاں اور زیارت کا ثواب

رسول اللہ نے فرمایا: بہت جلد میرے وجود کا ایک ٹکڑا خراسان میں دفن ہوگا، جس نے اس کی زیارت کی خداوند متعال جنت کو اس پر واجب اور جہنم کی آگ اس کے جسم پر حرام کرے گا۔ [76]

امام علی علیہ السلام نے فرمایا: بہت جلد میرا ایک فرزند خراسان میں مسموم کیا جائے گا جس کا نام میرا نام ہے اور اس کے باپ کا نام موسی بن عمران کا نام ہے۔ جس نے غریب الوطنی میں اس کی زیارت کی خداوند اس کے اگلے پچھلے گناہ بخش دے گا خواہ وہ ستاروں اور بارش کے قطروں اور درختوں کے پتوں جتنے ہی کیوں نہ ہوں۔ [77]

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: خداوند میرے بیٹے موسی کو ایک فرزند عطا کرے گا جو طوس میں مسموم کر کے شہید کیا جائے گا اور غریب الوطنی میں دفن کیا جائے گا۔ جو اس کے حق کو پہچانے اور اس کی زیارت کرے خداوند متعال اس کو ان لوگوں کا ثواب عطا کرے گا جنہوں نے فتح مکہ سے پہلے انفاق کیا ہے اور خیرات دی ہے اور جہاد کیا ہے۔ [78]

### حرم امام رضا "مشہد الرضا"

امام رضا کی شہادت کے بعد مامون نے آپ کو "سناباد" نامی محلے میں واقع حمید بن قحطہ طائی کے گھر (بقعہ ہارونیہ) میں سپرد خاک کیا۔ [79] اس وقت حرم رضوی ایران کے شہر مشہد میں واقع ہے جہان ایران اور دوسرے مسلمان ممالک سے سالانہ لاکھوں مسلمان آپ کی زیارت کیلئے آتے ہیں۔ [80]

### امام رضا کی سیرت

عبادی پہلو میں آپ کی سیرت:

امام رضا کی عملی سیرت میں آیا ہے کہ آپ مختلف مکاتب فکر اور ادیان و مذاہب کے دانشوروں کے ساتھ ہونے والی گرم مناظرات کے دوران بھی جیسے ہی اذان سنائی دیتی مناظرے کو روک دیتے تھے اور جب مناظرے کو جاری رکھنے سے متعلق لوگ اصرار کرتے تو فرماتے: نماز پڑھ کر دوبارہ واپس آتا ہوں۔ [81] رات کی تاریکی میں عبادات کی انجام دیں اور آپ کی شب بیداری سے متعلق متعدد روایات نقل ہوئی ہیں۔ [82] دعبدل خزاعی کو اپنا کرتے ہدیہ کے طور پر دیتے وقت اس سے مخاطب ہو کر فرمایا: اس کرتے کی حفاظت کرو! میں نے اس کرتے میں ہزاراتوں میں ہزار رکعت نماز اور ہزار ختم قرآن انجام دیے ہیں۔ [83] آپ کے طولانی سجدوں کے بارے میں بھی روایات نقل ہوئی ہیں۔ [84]

اخلاقي پہلو میں آپ کی سیرت:

لوگوں کے ساتھ آپ کی حسن معاشرت کے متعدد نمونے تاریخ میں نقل ہوئے ہیں۔ حتیٰ مامون کی ولیعهدی قبول کرنے کے بعد بھی غلاموں اور ماتحت افراد کے ساتھ محبت آمیز رویہ اختیار کرتے تھے اور ان کو اپنے دسترخوان پر ساتھ بٹھاتے تھے؛ [85] اس سلسلے میں چند ایک مثالیں ہیں۔ ابن شہرآشوب نقل کرتے ہیں کہ ایک دن امام حمام تشریف لے گئے اور وہاں پر موجود افراد میں سے ایک جو امام کو نہیں پہچانتا تھا، امام سے مالش کرنے کی درخواست کی جسے آپ نے قبول فرمایا اور مالش کرنا شروع کیا جب لوگوں نے یہ دیکھا تو اس شخص کیلئے آپ کا تعارف کرایا گیا، جب وہ شخص اپنے کیے پر شرمندہ ہوا اور معذرت خواہی کی تو امام نے اسے خاموش کرایا اور مالش جاری رکھی۔ [86]

تریبیتی پہلو میں آپ کی سیرت: آپ کی سیرت میں بچوں کی تربیت کے حوالے سے خاندان کے کلیدی کردار پر بہت زیادہ تاکید کی گئی ہے۔ اسی تناظر میں صالح اور نیک بیوی سے شادی کی ضرورت، [87] حمل کے ایام میں خصوصی توجہ، [88] اچھے ناموں کا انتخاب، [89] اور بچوں کا احترام کرنے کے سلسلے میں [90] وغیرہ پر تاکید ہوئی ہے۔

اسی طرح رشتہ داروں کے ساتھ رفت و آمد اور ان کے ساتھ انس و محبت کے ساتھ رینا بھی آپ کی سیرت میں نمایاں طور پر دیکھا جا سکتا ہے۔ اس حوالے سے منقول ہے کہ جب بھی امام کو فراغت حاصل ہوتی تو آپ اپنے رشتہ داروں؛ چھوٹے بڑے سب کو جمع کرتے اور ان کے ساتھ گفتگو میں مشغول ہوتے تھے۔ [91]

قال الرضا: لَا تَدْعُوا الْعَمَلَ الصَّالِحَ وَ الْإِجْتِيَادَ فِي الْعِبَادَةِ اتَّكَالًا عَلَى حُبِّ آلِ مُحَمَّدٍ (ع); لَا تَدْعُوا حُبَّ آلِ مُحَمَّدٍ وَ التَّسْلِيمَ لِأَمْرِبِمْ اتَّكَالًا عَلَى الْعِبَادَةِ فَإِنَّهُ لَا يُقْبَلُ أَحَدُبُمَا دُونَ الْأَخْرَ

(ترجمہ: آل محمد کی دوستی کے بھانے نیک کاموں کی انجام دبی اور خدا کی عبادت میں سعی و تلاش سے دریغ مت کرو؛ اسی طرح اپنی عبادت پر مغرور ہو کر آل محمد کی دوستی اور ان کے اوامر کے سامنے سر تسلیم خم کرنے سے پریز مت کرو، کیونکہ ان دونوں میں سے کوئی ایک بھی دوسرے کے بغیر قابل قبول نہیں ہے۔) مأخذ: بحار الأنوار، ج 75، ص 348

تعلیم و تعلم میں آپ کی سیرت:

مدنیے میں قیام کے دوران امام رضاؑ مسجد نبوی میں تشریف فرما ہوتے اور مختلف سوالات اور مسائل کے جواب دینے سے عاجز آئے والے حضرات آپ سے رجوع کرتے تھے۔ [92] "مرو" پہنچنے کی بعد بھی مناظرات کی شکل میں بہت سارے شبہات اور سوالوں کے جواب مرحمت فرماتے تھے۔ اس کے علاوہ امام نے اپنی اقامت گاہ اور مرو کی مسجد میں ایک حوزہ علمیہ بھی قائم کیا ہوا تھا لیکن جب آپ کی علمی محفوظ میں رونق آئے لگی تو مامون نے انقلاب کے خوف سے ان محفوظوں پر پابندی لگا دی جس پر آپ نے مامون کو بد دعا دی۔ [93]

طب اسلامی اور حفظان صحت کے اصولوں پر خصوصی توجہ دینا امام رضاؑ کی احادیث میں نمایاں طور پر دیکھا جا سکتا ہے۔ ان احادیث میں اسی موضوع سے مربوط مفہومیں کی تبیین کے ساتھ ساتھ پریز، مناسب خوراک، حفظان صحت کی رعایت اور مختلف بیماریوں کے علاج کی طرف بھی اشارہ فرمایا ہے۔ رسالہ ذبیحہ نامی کتاب طب الرضا کے نام سے آپ سے منسوب ہے جس میں حفظان صحت سے متعلق مختلف تجویزیں دی گئی ہیں۔

امامت کی بحث میں تقیہ نہ کرنا: امام رضاؑ کے دور امامت میں کسی حد تکیہ کی خاص ضرورت محسوس نہیں کی جاتی تھی؛ کیونکہ واقفیہ کی پیدائش جیسے واقعے نے شیعوں کو ایک سنگین خطرے سے دچار کیا تھا۔ اس کے علاوہ فطحیہ فرقے کے بچے کھچے افراد بھی امام رضاؑ کے دور امامت میں فعال تھے۔

ان شرایط کو مد نظر رکھتے ہوئے امامؐ نے کسی حد تک تکیہ کی حکمت عملی اپنانے سے پرہیز کرتے ہوئے امامت کے مختلف پہلوؤں کو صراحت کے ساتھ بیان کیا۔ مثلا امام کی اطاعت کے واجب ہونے کے بارے میں اگرچہ امام صادقؑ کے دور سے دینی اور کلامی محافل میں بحث و گفتگو ہوتی تھی اور اس مسئلے میں باقی ائمہ معصومینؑ تقیہ کرتے تھے لیکن امام رضاؑ جیسا کہ احادیث میں آیا ہے "ظالم و جابر حکمرانوں سے کسی خوف کا احساس کئے بغیر" اپنے آپ کو واجب الطاعة امام کے عنوان سے تعارف کرتے تھے۔ [94] جیسا کہ "علی بن ابی حمزہ بطائی" (جو کہ واقفیہ کے بانیوں میں سے تھا) نے جب امام سے سوال کیا: کیا آپ واجب الاطاعت امام ہیں؟ تو امام نے فرمایا: ہاں (کشی، 1348ھ، ص463) اسی طرح ایک اور شخص نے یہی سوال دبراتے ہوئے کہا: کیا آپ علی بن ابی طالب (ع) کی طرح واجب الاطاعت ہیں؟ نیز آپ نے یہی جواب دیا ہاں میں اسی طرح واجب الاطاعت ہوں (کلینی، 1363 ہجری شمسی)، ج1، ص187) لیکن ساتھ ساتھ امام اپنے چاہنے والوں سے فرماتے تھے کہ تقوا اختیار کرو اور ہماری احادیث کو ہر کس و ناکس کے سامنے بیان کرنے سے پرہیز کرو۔ [95]

اسی طرح جب مأمون نے امامؐ سے اسلام ناب محمدی کے بارے میں بتابے کا مطالبہ کیا تو آپ نے توحید اور پیغمبر اسلام کی نبوت کے بعد امام علیؑ کی جانشینی پھر آپ کے بعد آپ کی نسل سے گیارہ اماموں کی امامت پر تصریح فرماتے ہوئے فرمایا کہ امام القائم بامر المسلمين یعنی امام مسلمانوں کے امور کا اہتمام کرنے والا ہے۔ [96]

امام رضاؑ سے منسوب کتابیں  
امام رضاؑ سے متعدد حدیثیں نقل ہوئی ہیں اور جن لوگوں نے علوم و معارف کے مسائل سمجھنے کے لئے جو سوالات آپ سے پوچھے تھے ان کے جوابات کتب حدیث میں نقل ہوئے ہیں؛ مثال کے طور پر شیخ صدوق نے ان حدیثوں اور جوابات کو اپنی کتاب عیون اخبار الرضا میں جمع کیا ہے۔ علاوہ ازین بعض تالیفات اور کتب بھی آپ سے منسوب کی گئی ہیں گوہ اس انتساب کے اثبات کے لئے کافی و شافی دلیلوں کی ضرورت ہے چنانچہ ان میں سے بعض تالیفات کا انتساب ثابت کرنا ممکن نہیں ہے جیسے:

فقہ الرضا: علماء و محققین نے امام رضاؑ سے اس کتاب کے انتساب کی صحت تسلیم نہیں کی ہے۔ [97]  
رسالہ الذبیبیہ: امام رضاؑ سے منسوب ہے جس کا موضوع طبابت ہے۔ مروی ہے کہ امامؐ نے یہ رسالہ سنہ 201 ہجری میں لکھ کر مأمون کے لئے بھجوایا اور مأمون نے رسالے کی اہمیت ظاہر کرنے کی غرض سے ہدایت کی کہ اسے سونے کے پانی سے تحریر کیا جائے اور اسے دارالحکمہ کے خزانے میں رکھا جائے اور اسی بنا پر اسے رسالہ ذبیبیہ کہا جاتا ہے۔ بہت سے علماء نے اس رسالے پر شرحیں لکھی ہیں۔ [98]

صحیفہ الرضا: امام رضاؑ سے منسوب دیگر تالیفات میں سے ہے جو فقه کے موضوع پر لکھی گئی ہے گوہ علماء کے نزدیک یہ انتساب ثابت نہیں ہو سکا ہے۔ [99]  
محض الاسلام و شرائع الدین: جسے امام رضاؑ سے منسوب کیا گیا ہے لیکن بظاہر امامؐ سے اس کا انتساب قابل اعتماد نہیں ہے۔ [100]

## اصحاب

بعض اہل قلم نے 367 افراد کو آپ کے اصحاب اور راویان حدیث میں شمار کیا ہے۔ [101] ان میں سے بعض کے نام درج ذیل ہیں:

یونس بن عبدالرحمن  
موفق (خادم امام رضا)

علی بن مهزیار

صفوان بن یحیی

محمد بن سنان

زکریا بن آدم

ریان بن صلت

دعلب بن علی

اہل سنت کے یہاں امام کا مقام

اہل سنت کے بعض بزرگوں نے امام رضا کے حسب و نسب اور علم و فضل کی تعریف کی ہے اور وہ لوگ زیارت کیلئے حرم امام رضا جایا کرتے تھے۔ [102] ابن حبان کہتے تھے کہ وہ کئی دفعہ مشہد میں علی بن موسی کی زیارت کیلئے گئے اور آپ سے توسل کے نتیجے میں ان کی مشکلات برطرف ہوئی ہیں۔ [103] اسی طرح ابن حجر عسقلانی نقل کرتے ہیں کہ ابو بکر بن خزیمہ (جو اہل حدیث کا امام ہے) اور ابو علی ثقیفی اہل سنت کے دیگر بزرگان کے ساتھ امام رضا کی زیارت کو گئے ہیں۔ راوی (جس نے خود اس حکایت کو ابن حجر کیلئے بیان کیا) کہتے ہیں: ابو بکر بن خزیمہ نے اس قدر اس روپی کی تعظیم کی اور وہاں پر راز و نیاز اور فروتنی کا اظہار کیا کہ ہم سب حیران ہو گئے۔ [104] ابن نجاش امام رضا کے علمی کمالات اور دینی بصیرت کے حوالے سے کہتے ہیں: آپ علم اور فہم دین میں ایک ایسے مقام پر فائز تھے کہ 20 سال کی عمر میں مسجد نبوی میں بیٹھ کر فتووا دیا کرتے تھے۔ [105]

## حوالہ جات

1. صدوق، عیون اخبار الرضا، 1387ھ، ج1، ص13
2. مفید، الارشاد 1372 ہجری شمسی، ج2، ص261؛ ابن شهر آشوب، مناقب آل ابی طالب، نشر علامہ، ج4، ص363.
3. امین، سید محسن، اعیان الشیعه، 1418ھ، ج2، ص545.
4. طبرسی، اعلام الوری باعلام الہدی، 1417ھ، ج2، ص64
5. مجلسی، بحار الانوار، 1403ھ، ج99، ص55
6. «چرا علی بن موسی الرضا را امام رئوف می نامند؟»؛ «چرا امام رضا را رئوف می نامند؟»، خبرگزاری مهر.
7. کلینی، الکافی، ج6، ص474.
8. فضل اللہ، تحلیلی از زندگانی امام رضا، 1377 ہجری شمسی، ص43.
9. کلینی، الکافی، 1363 ہجری شمسی، ج1، ص486.
10. عاملی، الحیاة السیاسیة للامام الرضا، 1430ھ، ص168.

- .11 فضل الله، تحلیلی از زندگانی امام رضا، 1377 ہجری شمسی، ص.43.
- .12 کلینی، الکافی، 1363 ہجری شمسی، ج 1، ص.486.
- .13 عاملی، الحیة السیاسیة للامام الرضا، 1430هـ، ص.169.
- .14 طبرسی، اعلام الوری باعلام الہدی، 1417هـ، ج 2، ص.41.
- .15 ملاحظه کریں: القرشی، حیاة الامام علی بن موسی الرضا، 1429هـ، ج 2، ص.503-504.
- .16 جعفریان، حیات فکری و سیاسی امامان شیعه، 1381 ہجری شمسی، ص.425.
- .17 صدوق، عیون اخبار الرضا، 1378هـ، ج 1، ص.14.
- .18 صدوق، عیون اخبار الرضا، 1378هـ، ج 1، ص.15.
- .19 صدوق، عیون اخبار الرضا، 1378هـ، ج 1، ص.16.
- .20 صدوق، عیون اخبار الرضا، 1378هـ، ج 1، ص.41.
- .21 طبرسی، اعلام الوری 1417هـ، ج 2، ص.91.
- .22 کلینی، الکافی، دارالکتب الاسلامیہ، ج 1، ص.492.
- .23 طبری، محمد بن جریر، التاریخ، ج 7، ط بیروت: مؤسسه الاعلمی للمطبوعات، بی تا، ص 149 (مکتبة اہل البيت ای- لائبریری- نسخہ نمبر2)
- .24 قرشی، ج 2، 1429هـ، ص.408.
- .25 تاریخ الخلفاء سیوطی، ص.307.
- .26 فضل الله، تحلیلی از زندگانی امام رضا(ع)، 1377 ہجری شمسی، ص.44.
- .27 سبط بن الجوزی، تذکرة الخواص، ص.123.
- .28 جعفریان، حیات فکری و سیاسی امامان شیعه (علیہم السلام)، 1381 ہجری شمسی، ص.426.
- .29 مفید، الارشاد، مؤسسہ آل البیٹ لتحقیق التراث، دار المفید، 1372 ہجری شمسی، ج 2، ص.271.
- .30 ملاحظه کریں: فضل الله، تحلیلی از زندگانی امام رضا(ع)، 1377 ہجری شمسی، ص.44.
- .31 ملاحظه کریں: قمی، منتهی الاماں، 1379 ہجری شمسی، ص.1725-1726.
- .32 طبرسی، اعلام الوری، ج 2، 1417هـ، ص.41-42.
- .33 مفید، الارشاد، ج 2، ص.248.
- .34 مفید، الارشاد، ج 2، ص.248.
- .35 مفید، الاختصاص، ص.211؛ صافی، شیخ لطف الله، منتخب الاثر، باب ہشتم، ص.97؛ طبرسی، اعلام الوری باعلام الہدی، ج 2، ص.181-182؛ عاملی، اثبات الہدایة بالنصوص و المعجزات، ج 2، ص.285.
- .36 بحار الأنوار ج 23، ص.290؛ اثبات الہدایة ج 3، ص.123؛ مناقب ابن شهر آشوب، ج 1، ص.283.
- .37 مجلسی، بحار الأنوار، ج 36 ص.337؛ علی بن محمد خاز قمی، کفاية الأثر فی النص علی الأئمۃ الإثنی عشر، ص.157.
- .38 سلیمان قندوزی حنفی، ینابیع المودة، ج 2، ص.387 – 392، باب 76.
- .39 جعفریان، حیات فکری و سیاسی امامان شیعه، 1381 ہجری شمسی، ص.427.
- .40 نوبختی، فرق الشیعہ، 1355هـ، ص.79.
- .41 نوبختی، فرق الشیعہ، 1355هـ، ص.79.

- .42 نوبختی، فرق الشیعه، 1355هـ، ص 81-82.
- .43 کلینی، الکافی، 1363ء ہجری شمسی، ج 8، ص 151.
- .44 طبرسی، اعلام الوری باعلام الہدی، 1417هـ، ج 2، ص 64.
- .45 عرفان منش، جغرافیای تاریخی ہجرت امام رضا علیہ السلام از مدینه تا مرو، ص 18.
- .46 جعفریان، حیات فکری و سیاسی امامان شیعہ، 1381ء ہجری شمسی، ص 426.
- .47 جعفریان، حیات فکری و سیاسی امامان شیعہ، 1381ء ہجری شمسی، ص 426.
- .48 یعقوبی، التاریخ، ج 2، 1378هـ، ص 465.
- .49 مطہری، مجموعہ آثار، ج 18، 1381ء ہجری شمسی، ص 124.
- .50 جعفریان، 1387ء ہجری شمسی، ص 95.
- .51 مفید، الارشاد، 1372ء ہجری شمسی، ج 2، ص 259.
- .52 فضل اللہ، تحلیلی از زندگانی امام رضا، 1377ء ہجری شمسی، ص 133.
- .53 مجلسی، بحار الانوار، ج 49، 1403هـ، ص 129.
- .54 مفید، الارشاد، 1372ء ہجری شمسی، ج 2، ص 259.
- .55 یعقوبی، تاریخ یعقوبی، 1378ء ہجری شمسی، ج 2، ص 465.
- .56 جعفریان، حیات فکری و سیاسی ائمہ، 1381، ص 442.
- .57 رجوع کریں: طبرسی، الاحتجاج، ج 2، 1403ء ہجری، ص 396 اور بعد کے صفحات.
- .58 عیون اخبار الرضا، ج 1، ص 152.
- .59 جعفریان، حیات فکری و سیاسی امامان شیعہ، 1381ء ہجری شمسی، ص 442-443.
- .60 جعفریان، 1381ء ہجری شمسی، ص 443-444.
- .61 فضل اللہ، تحلیلی از زندگانی امام رضا(ع)، 1377ء ہجری شمسی، ص 43.
- .62 کلینی، الکافی، 1363ء ہجری شمسی، ج 1، ص 486.
- .63 عاملی، الحیاة السیاسیة للامام الرضا، 1430هـ، ص 169.
- .64 طبرسی، اعلام الوری باعلام الہدی، 1417هـ، ج 2، ص 41.
- .65 ملاحظہ کریں: القرشی، حیاة الامام علی بن موسی الرضا، 1429هـ، ج 2، ص 503-504.
- .66 یعقوبی، ایضاً، ص 469.
- .67 یعقوبی، تاریخ یعقوبی ج 2، ص 453.
- .68 مفید، الارشاد، ج 2، 1372ء ہجری شمسی، ص 272.
- .69 ملاحظہ کریں: صدوق، ج 2، 1373ء ہجری شمسی، ص 592 اور 602.
- .70 ملاحظہ کریں: جعفر مرتضی، حسینی عاملی، زندگی سیاسی هشتمنی امام، 1381ء ہجری شمسی، ص 202-212.
- .71 ابن حبان، الثقات، 1402هـ، ج 8، ص 456-457؛ جعفریان، حیات فکری و سیاسی امامان شیعہ، 1376ء ہجری شمسی، ص 460.
- .72 جعفریان، ایضاً 1376، ص 443.
- .73 جعفریان، حیات فکری و سیاسی امامان شیعہ، 1376ء ہجری شمسی، ص 444.

74. جعفريان، حیات فکری و سیاسی امامان شیعه، 1376 ہجری شمسی، ص 444-445.
75. عطاردی، مسند الامام الرضا، 1413ھ، ص 84-85.
76. بخار الانوار، ج 49، ص 284، حدیث 3 بحوالہ صدوق، عیون اخبار الرضا، ج 2، ص 255.
77. بخار الانوار، ج 49، ص 284، حدیث 11. بحوالہ عیون اخبار الرضا، ج 2، ص 258-259.
78. بخار الانوار، ج 49، ص 286، حدیث 10. بحوالہ عیون اخبار الرضا، ج 2، ص 255.
79. مفید، الارشاد، ج 2، ص 271.
80. دخیل، ائمتنا: سیرة الائمه الاثنی عشر، 1429ھ، ج 2، ص 76-77.
81. صدوق، عیون اخبار الرضا، 1378ھ، ج 1، ص 172.
82. صدوق، عیون اخبار الرضا، 1378ھ، ج 2، ص 174.
83. طوسی، الامالی، 1414ھ، ص 359.
84. صدوق، عیون اخبار الرضا، 1378ھ، ج 2، ص 17.
85. صدوق، عیون اخبار الرضا، 1378ھ، ج 2، ص 159.
86. ابن شهر آشوب، مناقب آل ابی طالب، نشر علامه، ج 4، ص 362.
87. کلینی، الکافی، 1363 ہجری شمسی، ج 5، ص 327.
88. کلینی، الکافی، 1363 ہجری شمسی، ج 6، ص 23.
89. کلینی، الکافی، 1363 ہجری شمسی، ج 6، ص 19.
90. نوری، مستدرک الوسائل، 1407ھ، ج 15، ص 170.
91. شیخ صدوق، عیون اخبار الرضا، 1378ھ، ج 2، ص 159.
92. طبرسی، اعلام الوری، 1417ھ، ج 2، ص 64.
93. صدوق، عیون اخبار الرضا، 1378ھ، ج 2، ص 172.
94. کلینی، الکافی، 1363 ہجری شمسی، ج 1، ص 187.
95. کلینی، الکافی، 1363 ہجری شمسی، ج 2، ص 224.
96. صدوق، عیون اخبار الرضا، 1387ھ، ج 2، ص 122.
97. فضل الله، 1377 ہجری شمسی، تحلیلی از زندگانی امام رضا، ترجمہ: محمد صادق عارف، ص 187.
98. فضل الله، ایضاً، 1377 ہجری شمسی، ص 191-196.
99. فضل الله، ایضاً، 1377 ہجری شمسی، ص 196.
100. فضل الله، ایضاً، 1377 ہجری شمسی، ص 197-198.
101. ملاحظہ کریں: قرشی، 1429ھ، حیاة الامام علی بن موسی الرضا، 2008ء.
102. عسقلانی، تہذیب التہذیب، دار صادر، ج 7، ص 389؛ یافعی، مرآۃ الجنان، 1417ھ، ج 2، ص 10.
103. ابن حبان، الثقات، 1402ھ، ج 8، ص 457.
104. عسقلانی، تہذیب التہذیب، دار صادر، ج 7، ص 388.
105. ابن النجار، ذیل تاریخ بغداد، 1417ھ، ج 4، ص 355؛ نیز ملاحظہ کریں: عسقلانی، تہذیب التہذیب، دار صادر، ج 7، ص 387.

ماخذ

ابن النجار البغدادي، محب الدين، ذيل تاريخ بغداد، دراسة و تحقيق مصطفى عبد القادر يحيى، بيروت، دار الكتب العلمية، 1417هـ.

سيوطى، عبد الرحمن بن ابى بكر، تاريخ الخلفاء، تحقيق حمدى الدمرداش، رياض، مكتبة نزار مصطفى الباز، 1425هـ.

ابن جوزى، يوسف بن قزاوغلى، تذكرة الخواص من الامة فى ذكر خصائص الائمة، قم، منشورات الشريف الرضى، بـ(ت).

ابن حبان، الثقات، حیدر آباد، مطبعة مجلس دائرة المعارف العثمانية، 1402هـ.

ابن شهر آشوب، محمد بن علی، مناقب آل ابی طالب، قم، نشر علامه، بی تا.

امين، سيد محسن، اعيان الشيعة، بيروت، دارالتعارف للمطبوعات، 1418هـ.

جعفریان، رسول، اطلس شیعه، تهران، سازمان جغرافیایی نیروهای مسلح، 1387‌جری شمسی.

جعفریان، رسول، حیات فکری و سیاسی امامان شیعه (علیهم السلام)، قم، انصاریان، 1381 چری شمسی.

جعفریان، رسول، حیات فکری و سیاسی امامان شیعه، قم، انصاریان، 1376‌جری شمسی.

دخيل، علي محمد علي، ألمتنا: سيرة الأئمة الائتين عشر، قم، مؤسسة دار الكتاب الإسلامي، 1429هـ/2008م.

صدوق، محمد بن علي، معانى الاخبار، تحقيق على اكبر عفارى، فم، دفتر انتشارات اسلامى وابنته به جامعه

مدرسین حوزه علمیه قم، ۱۴۰۳ یک‌جری سمسی.

صدوق، محمد بن علي، عيون اخبار الرضا، نهران، سر جهان، ۳/۸ ہجری سمسی.

<sup>١٤١</sup> طبرسي، احمد بن علي، الاحجاج، تحقيق السيد محمد باقر الموسوي الحرسان، مسند، سر سعيد، ١٤٠٥هـ.

طبرسي، فضل بن الحسن، اعدام اورى باعدام الهدى، قم، موسسه ال البيت لاحياء اسراء، ١٤١٧هـ.

<sup>١٤٤</sup> طلاق، تأثیرات اقتصادی و اجتماعی، صبری، محمد بن جریر، داریح الصبری، بیروت، موسسه الاعلمی لمطبوعات، بی‌د.

لارا لارا

عجمی، استاد جعفر عجمی، اتحیه اسنیسیه مقدم امراض. درسه و تحقیق، بیروت، اسرار اسلامی سدراس، ۱۴۳۰ ه.

عاملی، سید جعفر مرتضی، زندگی سیاسی ہشتمین امام، ترجمہ سید خلیل خلیلیان، تهران، دفتر نشر فرینگ اسلامی، 1381 ہجری شمسی.

عرفان منش، جلیل، جغرافیای تاریخی ہجرت امام رضا علیہ السلام از مدینه تا مرو، مشهد، آستان قدس رضوی، 1374 ہجری شمسی.

عسقلانی، ابن حجر، تهذیب التهذیب، بیروت، دار صادر، بی تا.

عطاردي، عزيز الله، مسند الامام الرضا، بيروت، دار الصفو، 1413هـ.

فضل الله، محمد جواد، تحلیلی از زندگانی امام رضا، ترجمه محمد صادق عارف، مشهد، آستان قدس رضوی، ۱۳۷۷ یجری شمسی.

قرشی، باقر شریف، حیاة الامام علی بن موسی الرضا: دراسة و تحلیل، قم، مهر دلدار، 1429هـ/2008ء.

قمی، شیخ عباس، منتهی الامال، تحقیق ناصر باقری بیدبندی، قم، انتشارات دلیل ما، 1379 چری شمسی.

کلینی، محمد بن یعقوب، الکافی، تصحیح علی اکبر غفاری، تهران، اسلامیه، چاپ پنجم، 1363 ہجری شمسی.

كليني، محمد بن يعقوب، الكافي، مصحح محمد آخوندی و على اکبر غفاری، تهران، دار الكتب الاسلامية، بي.تا.

- مطهري، مرتضى، مجموعه آثار استاد شهید مطهري، تهران، انتشارات صدرا، 1381 ہجري شمسی.
- مفید، محمد بن محمد بن نعман، الارشاد في معرفة حجج الله على العباد، قم، المؤتمر العاشر للفية الشيخ المفید، 1372 ہجري شمسی.
- نوبختی، حسن بن موسی، فرق الشیعه، نجف، حیدریه، 1355ھ.
- نوری، حسين بن محمد تقی، مستدرک الوسائل و مستنبط المسائل، بیروت، موسسه آل بیت لاحیاء التراث، 1408ھ.
- یافعی، عبدالله بن اسعد، مرآة الجنان و عبرة اليقضان في معرفة ما يعتبر من حوادث الزمان، بیروت، دار الكتب العلمیة، 1417ھ.
- یعقوبی، احمد بن اسحاق، تاریخ یعقوبی، ترجمہ محمد ابراهیم آیتی، تهران، علمی و فرینگی، 1378 ہجری شمسی